ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

محمد احمد اعوان

پی - ایچ - ڈی اسکالر اُردو یونیورسٹی سندھ

ڈاکٹر شذرہ شر

نگران مقالہ: چیئرمین شعبہ اُردو یونیورسٹی آف سندھ

رضا علی عابدی کی علمی وادبی خدمات

Muhammad Ahmed Awan
Ph-D Scholar Urdu, University of Sindh, Jamshoro
Dr.Shezra Shar
Supervisor: Chairman Urdu Department University of Sindh, Jamshro

Raza Ali Abidi's Scholarly and Literary Services

Raza Ali Abidi was born 30 November 1935 in Rookree, Uttarkhand (India). He moved to Karachi along his family in 1950, and then migrated to London & worked for the BBC (URDU) 1972 till 2008. He got education from a renowned institute which is Islamia College. He is Urdu travelogue, Fiction writer, Journalist, Broadcaster, Sketcher and well known children's story writer. Raza Ali Abidi has gained fame for being an author, explorer, writer and Journalist, Some acclaimed books of the Raza Ali Abidi are Urdu ka haal, Jurnale Sarak, Jahaze Bhai, Sher Darya, Keetabein Apney Aaba Ke, Jaan Sahib, Tees Saal Bad, Apne Awaz etc.

Key Words: *Urdu Travelogue, Fiction Writer, Broadcaster, Sketcher, Jurnale Sarak, Sher Darya.*

ضلع ہر دوار کا مرکزی شہر "روڑکی" ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ اسکا پرانا نام "روڑی" تھا۔ اس علاقے میں راجپوت سرداروں کی علمداریاں تھیں۔ اور ان ہی میں سے ایک کی بیوی کا نام روڑی تھا۔[1] اس شہر کی مجموعی آبادی ۱۸۹،۴۷۸ افراد پر مشتمل ہے۔ جبکہ یہ شہر ۲۶۸ میٹر سطح سمندر سے بلندی پر واقع ہے۔ روڑکی شہر ہر دوار سے ۳۱ کلومیٹر (میل ۱۹) دور ہے۔ روڑکی گنگا کنال کے کنارے پر آباد ہمالیہ کی شوالک پہاڑیوں کے زیریں علاقے تک

موجود ہے۔ اس شہر کو امتیازی خصوصیت دلانے میں اہم کردار انجینئرنگ کالج انڈین انسٹی ٹیوٹ کالج آف ٹیکنالوجی کا بھی ہے۔ جو کہ ایشیا کا پہلا انجینئرنگ کالج ہے۔ جو پہلے تھامسن کالج آف سول انجینئرنگ کے نام سے معروف تھا۔ اس کالج کو ۱۹۴۹ء میں یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ روڑکی کو روڑکی چھاونی کے نام سے بھی جانا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ۱۸۵۳ء سے ہی بنگال انجینئرنگ گروپ کا ہیڈکواٹر ہے۔ اس شہر کو سہارنپور کے ماتحت پرگنہ کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ کیونکہ عہد اکبری میں اس کے پاس ۱۲۰۰ پیادہ فوج اور ۱۲۵ گھوڑ سوار تھے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں یہ ایک گنے کے صدر مقام تھا۔ اور کہتے ہیں کہ آئین اکبری میں اس کا ذکر موجود ہے۔[۲] یہ شہر ۱۸۲۴ تک پورا گرجر کی لنڈھورا پر نسلی سٹیٹ کا حصہ تھا۔ بعد ازاں انگریزوں کے پہلے آزادی کے مجاہد وجے سنگھ کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ روڑکی کی تاریخ کے دیگر اہم واقعات میں یہ بھی شامل ہے کہ ۱۸۶۶ کے پوسٹ آفس ایکٹ کے تحت یہ ضلع چند اُن حصوں میں شامل تھا کہ جن کے پاس پوسٹ آفس اور پہلا ٹیلی گراف آفس تھا۔ روڑکی میں اب جنرل پوسٹ آفس اور متعدد پوسٹ آفس ہیں۔ اس شہر کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ یہاں سے برصغیر کا پہلا ریل کا انجن ۲۲ دسمبر ۱۸۵۱ کو چلایا گیا۔[۳] جیسا کہ رضا علی عابدی لکھتے ہیں "تحقیق کے دوران یہ معلوم کر کے میں خوشی اور حیرت سے اچھل پڑا کہ برصغیر کی تاریخ میں پہلی بار ریل گاڑی میرے شہر روڑکی میں چلی تھی"[۴] روڑکی ہندوستانی دارالحکومت نئی دہلی سے ۱۸۴.۳ کلومیٹر (۱۱۴.۵) میٹر شمال میں دو عظیم دریاؤں گنگا اور یمنا کے درمیان واقع ہے۔ یہ شہر ۹ نومبر ۲۰۰۰ کو اترکھنڈ کی تشکیل سے پہلے روڑکی ریاست اترپردیش کا ایک حصہ تھا۔

علم و ادب سے تعلق رکھنے والی بے شمار ہستیوں نے یہاں جنم لیا۔ جنہوں نے شعر و شاعری اور نثر کے میدانوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ مشہور علمی و ادبی شخصیات میں عنوان چشتی (معروف دانشور، نقاد، شاعر) شمس العلماء سید علی بلگرامی، اثر لکھنوی، مبشر حسین، کیفی اعظمی، محمد رضی الاسلام ندوی، منشی محمد رافت و غیرہ شامل ہیں۔

رضا علی عابدی اس تاریخی، علمی و ادبی شہر میں ۹ نومبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ اس کے باوجود عابدی صاحب نے زندگی بھر اپنی تاریخ پیدائش کے لیے ۱۹۳۶ء ہی لکھا۔[۵] رضا علی عابدی کے والد سید اکبر علی ۱۹۰۱ء میں ۱۷ سال کی عمر میں روڑکی آئے۔ اُس زمانے میں فرنگی فوج نے مقامی آبادی کیلئے انجینئرنگ کالج کی تعمیر کی۔ علاوہ ازیں کئی نہریں بنائیں۔ جن کے ذریعے پانی کی ترسیل کانپور اور دہلی تک ممکن ہوئی۔ یہ علاقہ انگریز سرکار کیلئے دلکشی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

کا باعث تھا۔ رضا علی عابدی کے والد سید اکبر علی نے یہیں سے انجینئرنگ میں تعلیم حاصل کی اور مکنیکل ڈرائنگ انسٹرکٹر کی حیثیت سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ رضا علی عابدی نے اپنی ابتدائی تعلیم روڑکی کے پرائمری اسکول میں حاصل کی۔[6] اور سنہ ۱۹۵۳ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد وہ کالج میں داخل ہوئے۔[7] کراچی کے معروف اسلامیہ کالج میں بڑے بھائیوں کی مشاورت سے اپنے ذہنی میلان کو دیکھتے ہوئے سیاسیات اور معاشیات کے مضامین اختیار کیے۔ اس دوران وہ معمولی ملازمتیں بھی کرتے رہے۔ جس میں روزنامہ جنگ میں ڈیڑھ سو روپے ماہانہ کا مترجم اور پروف ریڈر ہونا بھی شامل ہے۔ رضا علی عابدی نے اپنی پہلی باقاعدہ ملازمت کا آغاز ۱۸۵۷ء میں بطور "پروف ریڈر "روزنامہ جنگ ماہوار دو سو روپے کیا۔[8] ان کا انٹرویو روزنامہ جنگ کے جنرل منیجر عرش تیموری نے لیا۔ اس وقت ان کی عمر بیس اکیس برس تھی۔[9] لیکن اس سے بیشتر وہ نونہال کے ایڈیٹر حامد یار خان عرف حامد کانپوری کے دفتر میں موجود اعلیٰ تعلیم یافتہ شاعر ادریس صدیقی کے ساتھ مل کر نونہال کی ترتیب میں صدیقی صاحب کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ وہ کالج میں شروع کی دو یا تین کلاسوں میں شرکت کر کے اپنی بائی سائیکل پر نونہال کے دفتر چلے جاتے دن کا بڑا حصہ ادھر ہی گزارتے۔ انہوں نے رسالے میں نئے نئے تجربے کیے۔ امریکی رسالوں کی طرح تھری ڈی تصاویر چھاپیں۔ بچوں کے چھوٹے چھوٹے ناول شائع کیے۔ اور یوں رسالے "نونہال" کی مقبولیت بڑھتی گئی۔ ایک ماہ حامد صاحب نے اُن کو ستر روپے دیئے۔ یہ زندگی میں انکی پہلی تنخواہ تھی۔ اس مناسبت سے اگر دیکھا جائے تو حامد کانپوری انکے پہلے باس بنتے ہیں۔ ادریس صاحب کو جب ریڈیو پاکستان میں ملازمت ملی تو انہوں نے نونہال کو چھوڑ دیا۔ صدیقی صاحب جیسے صاحبِ علم و فن کا نونہال کو چھوڑنا ایک بڑا سانحہ تھا۔ نونہال کو ایک اور جھٹکا تب لگا جب ہمدرد دواخانے کے حکیم سعید مرحوم نے ان کے خلاف بڑا دعوی دائر کر دیا۔ حکیم سعید خود ہمدرد نونہال کے نام سے بچوں کا رسالہ شائع کرتے تھے۔ انہیں گلہ تھا کہ حامد یار خان کے رسالے کا اصل نام "نونہال پاکستان" ہے۔ لیکن یہ لفظ پاکستان چھوٹا سا اور نونہال بڑا سا لکھ کر یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کے رسالے کا نام نونہال ہے۔ جو سراسر فریب ہے۔ عابد صاحب صحافت میں جنگ کراچی۔ جنگ راولپنڈی، حریت (فخر ماتری) اور مشرق کراچی سے وابستہ رہے۔ وہ دوبارہ نیوز ایڈیٹر کی حیثیت سے "حریت" سے منسلک رہے۔ وہاں ان کے فرائض میں بھانت بھانت کے ان گنت اشتہارات کو سمیٹنا، آراستہ کرنا، ترجمہ کرنا، کتابت کرانا اور پروف ریڈنگ شامل تھا۔[10] ان اشتہارات میں لکس صابن سے لے کر ریلوے کے ٹینڈر نوٹس اور شہر کے تمام سینماؤں میں دکھائی جانے والی فلموں سے لے کر عدالت

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

میں حاضری کے حکم تک سبھی اشتہارات شامل ہوتے۔ یہ کام انتہائی توجہ طلب اور مشقت بھرا تھا۔ بعد ازاں عابدی صاحب نے بی-اے کے امتحان کی تیاری کیلئے بانی جنگ میر خلیل الرحمان اور جنرل منیجر عرش تیموری سے امتحان کی تیاری کیلئے رخصت طلب کی۔ دونوں نے رخصت منظور کرلی۔ اور یوں عابدی صاحب کی جگہ پر شعبہ اشتہارات میں مطیع النبی صاحب کا تقرر ہوا۔ امتحان سے فراغت کے بعد شعبہ اشتہارات میں آسامی نہ ہونے پر آپکی ڈیوٹی میر ساحب نے شعبہ سرکولیشن میں لگائی۔ جہاں پر آپ کا کام ہر صبح اخبار کی تقسیم کا بندوبست کرنا، ہر مہینے اخبار فروشوں کو مہینے بھر کا حساب بنا کر بل بھیجنا شامل تھا۔ اس شعبے کے سربراہ سرکار حسن تھے[11] سرکولیشن شعبے کے بعد آپکو ایک کیبن میں بٹھا دیا گیا۔ جس کی پیشانی پر "محتسب" لکھا تھا۔ یوں وہ اکاؤنٹنٹ بن گئے۔ روزنامہ جنگ میں جن معروف ادیبوں کے ساتھ آپ نے کام کیا ان میں سید محمد تقی، شوکت تھانوی، یوسف صدیقی، اطہر علی، انعام عزیز، ضمیر الدین احمد، وحید خان، رئیس امروہوی، نیر علوی، حبیب الرحمان وغیرہ شامل ہے۔ اس کے بعد وہ فخر ماتری کے جاری کردہ "حریت" سے منسلک ہوئے۔ ماتری صاحب خود گجراتی اور اس سے بیشتر دو اخبارات "وطن" اور "ملت" گجراتی زبان میں شائع کر چکے تھے۔ ان اخبارات کے اداریئے وہ خود لکھتے تھے۔ جن کی بہت دھوم تھی۔ اُردو میں "حریت" نکال کر ماتری صاحب نے اپنے مخصوص اندازِ فکر کو ہر ایک تک پہنچانے کی کوششیں کی۔ "حریت" میں معروف ادیبوں اور صحافیوں کیساتھ آپ نے کام کیا۔ اُن میں حسن مثنی ندوی، یوسف صدیقی، خالد اسحاق، قیصر حسنی، خالد علیگ، نثار احمد زبیری متین الرحمان مرتضی، نعیم آوری، افسر آذر، خواجہ حیدری وغیرہ شامل تھے۔

روزنامہ جنگ میں روٹری مشین نصب ہورہی تھی۔ جس میں ایک طرف سے میلوں لمبا کاغذ لگا کر مشین چلا دی جاتی اور دوسری طرف سے حسب خواہش صفحات کا اخبار چھپ کر نکلا جاتا۔ یہ مشین اخباروں کو گن کر ان کے بنڈل بنانے کی صلاحیت بھی رکھتی تھی۔ اس پر مستزاد کہ یہ اخبار اب اس روٹی مشین کے بعد بیس تیس انچ کا پابند نہیں تھا۔ بلکہ جہازی سائز کا شائع ہونے لگا۔ جبکہ دوسری طرف یہ ساری خصوصیات روزنامہ "حریت" میں عنقا تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے "حریت" جنگ کے سامنے بونا ہوتا گیا۔ اور اس طرح یہ اخبار بند ہوگیا۔ بعد ازاں رضا علی عابدی ادب وصحافت کی عظیم شخصیت عنایت اللہ صاحب کے زیر نگرانی شائع ہونے والے اُردو روزنامہ "انجام" میں

آئے۔ اس اخبار کو عظیم بنانے میں عنایت اللہ صاحب کو اجمل دہلوی کی بھی معاونت ملتی رہی کیونکہ عنایت اللہ صاحب گُر کی باتیں اجمل دہلوی کو سمجھاتے اور اجمل صاحب وہ سوغات باقی عملے کے سپرد کر دیتے۔ (۱۲)

رضا علی عابدی کو ہفت روزہ "مشرق" میں جن ادیبوں اور صحافیوں کی معاونت حاصل رہی اُن میں معروف ادیب اور "کشمیر" اداس ہے" جیسی کتاب کے مصنف محمود ہاشمی، صہبا اختر، بلند اقبال، نذیر ناجی، طاہر شاہ زیدی وغیرہ شامل تھے۔ رضا علی عابدی جنوری ۱۹۶۸ء میں بیسوں اخباروں اور رسالوں کے مالک لارڈ ٹامسن کی ترقی پذیر ممالک کے ادیبوں اور صحافیوں کیلئے قائم کردہ لارڈ ٹامسن، کارڈف (ویلز) میں صحافتی تربیت کیلئے برطانیہ تشریف لے گئے۔ جہاں انہوں نے دنیا بھر کے اخبار نویسوں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کی دنیا سے وابستہ افراد کیساتھ مل کر تربیت حاصل کی۔ رضا علی عابدی ۱۹۶۸ء میں "مشرق" کو خیر باد کہہ کر "حریت" سے وابستہ ہوئے۔ (۱۳) "حریت" میں جن ساتھیوں کیساتھ انہوں نے کام کیا اُن میں ایس ایم یعقوب، نظام صدیقی، عبد الکریم، ابراہیم جلیس کے صاحبزادے شہریار جلیس، ایڈیٹر فرہاد زیدی وغیرہ شامل تھے۔ رضا علی عابدی ۱۹۶۸ء میں صحافت کا ایک کورس کی تکمیل کی غرض سے برطانیہ آئے تھے۔ انہوں نے وہاں کی طرز معاشرت کو دیکھتے ہوئے اپنا ذریعہ روزگار وہاں منتقل کرنے کیلئے روزنامہ جنگ کے ساتھی اطہر علی سے مشورہ طلب کیا جو سنہ ۱۹۵۹ء سے بی بی سی سے وابستہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان کی غیر معمولی مدد کی۔ اور یوں اخباری صحافت میں ۱۲ سال امتحانوں اور آزمائشوں سے گزرنے کے بعد اس عالمی نشرگاہ میں شرکت کا پروانہ مل گیا۔ چونکہ عابدی صاحب کے والد روڑکی انجینئرنگ کالج کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر اپنا ریڈیو اور گراموفون کا کاروبار کا آغاز کر چکے تھے۔ یوں بچپن ہی سے وہ ریڈیو کی دنیا سے شناسا رہے۔ عابدی صاحب کو بچپن میں خبروں سے اتنی دلچسپی نہ تھی۔ البتہ آل انڈیا ریڈیو دلی سے بچوں کے پروگرام اور سامعین کے لکھے گئے خطوط کا پروگرام وہ شوق سے سنتے اور یہ تجربہ ان کو بی بی سی (لندن) میں تب کام آیا جب پروگرام (انجمن) جو سامعین کے خطوط کے جواب دینے کیلئے ترتیب دیا گیا تھا کے میزبان تقی احمد سعید علیل ہو گئے تو اس پروگرام کو پیش کرنے کا قرعہ عابدی صاحب کے ہی نام نکلا اور یوں میزبان کے نام لکھے گئے تو خطوط کا وہ جواب دیتے رہے۔ اس پروگرام میں سامعین کے کافی تعداد میں خطوط آئے۔ لیکن تین طرح کے خطوط اکثر ملتے۔ اول تعریفی کلمات سے بھرے ہوئے خطوط، دوئم شکایتی خطوط، سوئم ایسے خطوط جس میں انسانی جذبات کا اظہار کیا گیا ہو۔ سامعین کے خطوط شمیم پڑھا کرتیں جبکہ جوابات عابدی صاحب دیا کرتے۔ اس پروگرام کو بحسن وخوبی پیش کرنے کی وجہ سے بعد میں بی بی سی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

(لندن)اُردو سروس کے سربراہ ٹوئن میسن نے اس پروگرام کی مستقل میزبانی آپکو سونپ دی۔[۱۹] یوں یہ پروگرام "انجمن" بلاتعطیل بی بی سی (لندن) سے نو سال جاری رہا۔ بعد ازاں انتظامیہ نے آپکو ایک دستاویزی پروگرام "کتب خانہ" کے مواد کیلئے برصغیر کے دورے پر بھیج دیا۔ اور یوں وہ ادبی کتب جو کہ ۱۸۰۳ء سے ۱۹۰۰ء تک شائع ہونے والی یا ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں برطانیہ پہنچائی گئیں یا دوران سفر سمندر برد ہونے کے باوجود کچھ بچیں رہیں یا ہندوستان کے بیشتر کتب خانوں میں گرد آلود جہاں جہاں پڑی تھیں۔ اُن کو جھاڑ پونچھ کر دوبارہ نسل نو کو اُن کی اہمیت وافادیت سے آشنا کروایا۔ بی بی سی کا ترتیب دیا ہوا یہ دستاویزی پروگرام جو کہ شروع شروع میں بارہ (۱۲) ہفتوں کیلئے ترتیب دیا گیا تھا۔ بزرگوں کی ادبی کتب کا احوال سن کر سامعین کے ادبی ذوق کی تسکین کیلئے ۷۵ء سے ۷۷ء تک نشر ہوتا رہا۔ اس ادبی پروگرام کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے سامعین عام افراد سے لیکر نامور ادیب اور نقاد بھی تھے۔ پروفیسر آل احمد سرور، مولانا امتیاز علی خان عرشی اور ابن انشاء مرحوم کے خطوط نے اس ادبی پروگرام کے حوالے سے مثبت رائے نے بی بی سی کی انتظامیہ کو بہت متاثر کیا۔[۱۵]

ابن انشاء مرحوم جو کہ اس وقت نیشنل بک کونسل آف پاکستان کے سربراہ تھے۔ انہوں نے اپنے ادارے کے ماہنامے میں "کتب خانہ" کے پروگرام قسط وار شائع کیے۔ اس ادبی پروگرام میں "جواہر منظوم" جیسی کتاب کا تذکرہ مولانا امتیاز علی عرشی و دیگر ماہر غالبیات کیلئے حیران کن تھا۔ کہ جس میں کچھ نظمیں انگریزی سے ترجمہ کر کے دہلی مرزا غالب کے پاس بھیجی گئیں۔ جب انہوں نے ترجمہ شدہ نظمیں دیکھ لیں تو بعد میں وہ شائع کی گئیں۔ بعد ازاں امتیاز علی عرشی نے اس کا اصل نسخہ ہندوستان ہی سے ڈھونڈ نکالا[۱۶]۔ اس ادبی پروگرام میں ایک اور کتاب "تاریخ ممتاز" کو بھی سامعین کو پڑھ کر سنائی گئی۔ کہ جس میں واجد علی شاہ کے تمام وہ خطوط شامل تھے جو کہ اُس نے جلاوطنی کے بعد لکھنو میں اپنی چہیتی بیوی ممتاز جہاں کے نام لکھے۔ یہ سارے خطوط سونے اور چاندی کے پانی سے سجائے ہوئے ورقوں پر خوبصورتی سے لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کی بلند خوانی کیلئے خالص لکھنوی لب و لہجہ درکار تھا۔ چنانچہ اس کو سعید جعفری نے خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اُس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی کی وہ ادبی کتب جو کہ طاق نسیان ہو چلی تھیں یا جن کے قارئین کی تعداد گھٹتی جارہی تھی ،رضا علی عابدی نے اپنے ادبی پروگرام "کتب خانہ" میں دوبارہ سے متعارف کروانے کیلئے بی بی سی کی انتظامیہ کو قائل کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اور یوں اخلاق ہندی، باغ و بہار، امراؤ جان ادا اور تاریخ ممتاز تک بیسوں نثر کی کتابیں

اور سحر البیان، گلزار نسیم، دیوان جوزف سے لے کر پیری نامہ، عبرت نامہ اور تذکرۃ النساء تک کتنی ہی منظوم کتابیں گھر گھر پڑھی نہیں گئیں تو سنی ضرور گئیں (۱۷) اس کے علاوہ اس ادبی پروگرام میں امانت لکھنوی کے ڈرامے "اندر سبھا" کے اقتباس ڈرامے کی شکل میں پیش کیے گئے۔اس ڈرامے کے کرداروں کالے دیو، راجا اندر "اندر سبھا" کے اقتباس ڈرامے کی شکل میں پیش کیے گئے۔اس ڈرامے کے کرداروں کالے دیو، راجا اندر، سبز پری کو ریڈیو اور ٹی وی کے معروف صداکار اور اداکار محمود خان موری نے بخوبی پیش کیا۔"اندر سبھا" کے معروف کردار شہزادہ گلفام کو رضا علی عابدی نے خود اپنی آواز میں پیش کیا۔ "کتب خانہ" میں حصہ لینے والے صداکاروں میں ہندوستان کی مقبول گلوکارہ اور اداکارہ ایلا ارون بھی تھیں۔انہوں نے قدیم کتاب "لوری نامہ" سے لوریاں گا کر سنائیں۔بارہ ماسہ کا ذکر آیا تو بارہ ماسے گا کر پڑھے اور "جواہر منظوم" میں ماں اور بچے کے جو مکالمے ہیں۔ان میں ماں کے مکالمے بھی ایلا نے پڑھے۔"کتب خانہ" کے پروگراموں میں جو صداکار شامل تھے۔ان میں نعمان الحق، فیض احمد فیض کی صاحبزادی سلیمہ ہاشمی، رضا علی عابدی کی بھاوج ضیاء القمر عابدی، راشد اشرف، منصور معجز اور شمیم پنسر شامل تھے۔"کتب خانہ" کے آخری پروگرام میں معروف مزاح نگار ابن انشاء مرحوم شریک ہوئے تھے۔اور وہ اس بات پر سراپا احتجاج تھے کہ ایسے علمی و ادبی پروگرام قطعاً بند نہیں ہونا چاہیے جو کہ دنیا میں پھیلے ان گنت اُردو دانوں کی تعلیم و تربیت اور اُردو سے لگاؤ کا سبب ہو۔انہوں نے اس غیر معمولی پروگرام کے بند ہو جانے پر کہا تھا "مسجد اور کتب خانے" کبھی بند نہیں ہوا کرتے (۱۸) اس ادبی پروگرام "کتب خانہ" میں سامعین کیلئے جن گمنام، غیر معروف اور معروف نثری کتب اور شاعری کی کتب پر تین سالوں میں جو سیر حاصل تبصرے، تجزیے اور رائے پیش کی گئیں ان گمنام غیر معروف اور معروف نثری اور شاعری کی مختصراً تفصیل کچھ یوں ہے۔

حملات حیدری — میسور کے نواب حیدر علی خان کی سوانح جیسے شیخ احمد علی گوپا مولی نے اُردو میں فارسی سے ترجمہ کیا)

معالجات شافیہ — (جونپور کے جاگیر دار سید تفصیل حسین خان کی اصلاح معاشرہ کے حوالے سے تصنیف

دھانا تیاگی ، (افواج کے نظم وضوابط کے حوالے سے کیپٹن ٹامسن جنکیز کی تصنیف)

قواعد لشکری

جامع احکایات — (دکن کے شیخ صالح محمد عثمانی کی دو سو حکایتوں میں مشتمل کتاب)

مصطلحاتِ ٹھگی	(منشی مرزا محمد علی اکبر الہٰ آبادی کی انیسویں صدی کے ٹھگوں کی آپس کی خفیہ بولیوں پر مشتمل تصنیف
باغ و بہار	(میر امن دہلوی کی یادگار تصنیف)
نوطرز مرصع	(میر محمد حسین عطا خان تحسین کی اُردو ترجمہ شدہ تصنیف)
قصہ گل وصنوبر	(دیو جنوں، پریوں، جادوگروں کی کہانیوں پر مشتمل نیم چند کھتری کی تصنیف)
تاریخ کشمیر اول	(کشمیر جنت نظیر کی تاریخ پر دہلی کالج کے استاد منشی اشرف کی تصنیف)
تاریخ کشمیر دوئم	(ایضاً
آثار الصنادید	(دلی شہر کی پرانی اور بوسیدہ عمارتوں کی تاریخ پر سرسید احمد خان کی تصنیف)
جامع فتح خانی	(تحصیل دار فتح خان کی سوانح جو کہ ضلع اعظم گڑھ کے کلکڑ جان نے انکے بھانجے نصر اللہ خان احمد خویشگی سے فرمائیش کر کے لکھوائی۔
حالِ جنگ کابل	انگریزی فوج کے جمعدار سید فدا حسین کی تصنیف جو کہ جنگ سے زیادہ افغانستا کے احوال پر مشتمل ہے۔
تاریخ جدولیہ	(اس کے مصنف علی ابن مولوی شیخ کرم علی فاروقی کا دعوی کہ کائنات کے وجود میں آنے سے لے کر ملکہ وکٹوریہ کے عہد تک تمام حالات واقعات اور مقامات کی ترتیب وار فہرستیں یکجا کر دی گئی ہیں، اس میں قصے بھی ہیں جو کہ مصدقہ نہیں۔
سفر نامہ منشی امین چند	(ڈپٹی کمشنر رابرٹ کیٹ کی فرمائیش پر پنجاب، کشمیر اور سرحد کے حوال و آثار پر مشتمل سفر نامہ)
تحقیقاتِ چشتی	(لاہور اور اس کے گرد و نواح کی تاریخ و ثقافت پر مشتمل مولوی نور احمد چشتی کی تصنیف)
عجائب و غرائب	(دہلی کے باشندے محمد سرفراز خان عرف گھاسی خان کی تصنیف جو کہ دیومالائی مخلوق کیساتھ ساتھ دنیا کے حقیقی جانوروں کے احوال پر مشتمل ہے۔
داستان جمیلہ خاتون	(ایک انگریز کمیسن کی ہندوستان کے بچوں کیلئے نصیحت آموز اور مفید کتاب لکھنے کی ناکام کوششیں)

مخزن حکمت	(اس میں مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ کے ۴۷ نامور حکیموں عالموں، مفکروں اور بادشاہوں کے حالات جمع کیے۔
لڑکوں کا کھیل	(ڈپٹی کلکٹر پنڈت دیبی پرشاد کے دس سالہ بیٹے راج بہادر کی بچوں کے کھیل کے حوالے سے ایک کتاب۔
غرابت نگار	(برصغیر کی چھ سو زیادہ عمارتوں کے احوال پر عبدالحق دہلوی کی تصنیف)
تاریخ مخزن پنجاب	(پنجاب کے مختلف علاقوں پر مفتی سرور قریشی لاہوری کی تصنیف)
تذکرہ زنانِ مشہور ہند	(ان ہندو خواتین کا ذکر جن کے بارے میں عام عقیدہ ہے کہ انہوں نے تاریخ میں بڑا نام پایا۔
تاریخ راجھستان (ٹاڈ نامہ)	(راجھستان کی تاریخ پر کرنل جیمس ٹاڈ کی تصنیف جس کا اُردو ترجمہ منشی نولکشور نے کیا)
عجائب المخلوقات	(دنیا کی عجیب و غریب مخلوقات کا ذکر پر مشتمل ایک عربی تصنیف جس کا اُردو ایک ترجمہ مولانا امجد حسین فتح پوری اور دوسرا تصدق حسین نے کیا
تاریخ عجیب	(جزائر انڈیمان پر منشی محمد جعفر کی تصنیف)
سفر نامہ روم، مصر و شام	(روم، مصر، شام کے سفر پر مشتمل مولانا شبلی نعمانی کی یادگار تصنیف)
ابوالفضل کی سوانح عمری	(شہنشاہ اکبر کے نورتنوں کے ذکر پر مشتمل مولوی غلام الثقلین کی تصنیف)
ملادو پیازہ کی سوانح عمری	(شہنشاہ اکبر کے زمانے کے معروف لطیفہ گو، دانش ور اور مدبر ابوالحسن ملادوپیازہ کی سوانح عمری جسے منشی محمد کامل نے لکھا)
کشمیری پنڈت	(کشمیری پنڈتوں کی فالتو رسموں اور ضرورتوں کے خلاف شیو فرائن کی تصنیف)
ملک العزیز اور ورجنیا	(عبدالحلیم شرر کا پہلا اُردو کا ناول)

گلاستہ ریاست	(سیٹھ سوامی دیال کی تصنیف جو کہ رئیسوں کے صاحبزادوں کے احوال کو بہتر کرنے کیلئے لکھی گئی۔
سیرت فریدیہ	(سر سید احمد خان نے اپنے نانا اور والدہ کے حالات پر لکھی گئی ایک دلکش تحریر)
تجربات ہند	(چوراچکوں کے بارے میں ایک پولیس افسر بش سنگھ سندھاں والیہ کی تصنیف)
سیر پرند (اول)	(پنجاب کے ایک ایک پرندے کا حیرت انگیز احوال پر ملک قطب الدین احمد کے تصنیف)
سیر پرند (دوئم)	(شکار کے موضوع پر ایک یادگار تصنیف، جس کے مصنف گمنام اور انکی یہ تصنیف نایاب ہے)
دربارِ اکبری	(شہنشاہ اکبر کی سوانح جو مولانا آزاد نے لکھی)
اُمراؤ جان ادا	(لکھنو کے مرزا ہادی رسوا کا ناول جسے انیسویں صدی کے آخری عظیم کتاب ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔)
تاریخ ممتاز	(تاجدار اودھ واجد علی شاہ کے اپنے بیگم کے نام خطوط پر مشتمل ایک نایاب کتاب)
سحر البیان	(میر حسن دہلوی کی منظوم شاعری پر مشتمل کتاب)
کلیات میر، ناسخ، مومن	(تین بڑے شاعروں کی تین ضخیم کلیات عابدی صاحب کو لندن کے قومی کتب خانے میں پرانے کاغذوں میں قلمی نسخہ ملا جس میں کلکتے کے ایک مشاعرے کا احوال درج تھا، بی بی سی اُردو سے یہ راداد نشر کرنے کیلئے اسٹوڈیو میں چاندنی بچھا کر اس مشاعرے کی تمثیل پیش کی گئی۔ مختلف شاعروں کا کردار یاور عباس، منصور معجز، نعمان الحق، راشد اشرف نے ادا کیے)
مثنوی سراپا سوز	(قاضی محمد صادق خان جو کہ ایک امیر زادے اور سنار کی بیٹی کے عشق کی داستان پیش کرتی ہے)
مثنوی حبیب	(آغا نصیر اور بنارس کے رادھا کے عشق کی داستان جس کو غیر معروف شاعر حبیب نے بیان کیا)۔
مثنوی داغِ دل	قنوج کے گلی کوچوں میں پروان چڑھنے والا عشق جس کو پنڈت دیانتھ وفا نے بیان کیا)۔
قصہ سپاہی زادہ	(دھوکہ بازوں کو دھوکا دینے کی منظوم کہانی جسے دلی کے شاعر خوش دل نے لکھا)۔

قصہ شاہِ روم	(ایک نو آموز شاعر کی شاہ روم کے متعلق منظوم داستان جسے ڈاکو سمجھ کر پکڑا گیا)۔
چوہے نامہ-بلی نامہ	(چوہے نامہ اور بلی نامہ نامعلوم شاعروں کی پر لطف مگر معنی خیز نظمیں ہیں اور آچار چوہوں
آچار چوہوں کا	کا ولی محمد نظیر اکبر الہ آبادی کی ایک طنزیہ نظم ہے)
گلزار نسیم	پنڈت دیا شنکر نسیم کا معرکتہ آلارا منظوم قصہ)
جواہر منظوم	(محکمہ تعلیم کے تجربے کار سابق ملازم منشی غلام مولانا کا اردو ترجمہ جسے بعد میں مرزا غالب سے اصلاح کیلئے بھیجا گیا۔)
لوری نامہ	(انگریز سرجن جنرل ایڈوڑ بالفور کی ترجمہ کی ہوئی وہ لوریاں جو اس وقت مائیں اپنے بچوں کو سلانے کیلئے دیا کرتی تھیں)
نور نامہ	(بقول رضا علی عابدی کے کہ کہتے ہیں کہ اُردو میں یہ کتاب دیوانِ غالکب سے بھی زیادہ پڑھی گئی۔)
اندر سبھا	(اردو کا پہلا باقاعدہ ناٹک جس کے مصنف آغا حسن امانت ہیں)
دیوانِ شور	(مسٹر جارج پیش جسے کے شاعر تھے۔ اس کا تخلص شور تھا)
مثنوی عابد	(اس مثنوی کا اردو ترجمہ امین محمد عبداللہ جان نے کیا جس میں بتایا گیا کہ نیکو کار لوگوں پر اللہ پاک کا عذاب کیوں آتا تھا۔
زہر عشق	(حکیم تصدق حسین کی مثنوی جس میں نوجوان جوڑے کا عشق دکھایا گیا)
قصہ محمود شاہ	(قصہ محمود شاہ کے مصنف نامعلوم ہیں۔ جبکہ چار باغ رنگین کے مصنف سعادت خان رنگین ہیں، اس میں بادشاہ، چور اور کوتوال کا روایتی قصہ ہے۔)
قصہ گوپی چند	(یہ دھارانگر کے راجا کا قصہ ہے، جو اپنی ماں کی نصیحت کے مطابق راج پاٹ چوڑ کر جوگی بن گیا تھا، اس قصے کو منظوم انداز میں لالہ ابنے پرشاد نے لکھا)
دیوانِ فیض شان	(اس دیوان کو مرزا جاہ عاشق نے لکھا ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ایک دیوان کو لکھنو کے مطبع مصطفائی نے چھاپا۔)
بہارستان اشعار	(اس دیوان کے مصنف رائے کش کمار وقار ہیں، بہارستان اشعار کا دیباچہ منشی نولکشور نے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

لکھا)

دیوان وزیر	(یہ دیوان وزیر محمد وزیر خان وزیر کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اور وہ خود شہر میرٹھ کے کوتوال تھے)
دیوان واسطی	(یہ سندیلہ کے رئیس اور جلال پور کے تعلقہ دار سید فضل رسول خان واسطی کا دیوان ہے، جس ۱۸۶۹ء میں لکھنو سے شائع کیا گیا۔ یہ دیوان ۱۸۷۰ء میں سہارپور سے چھپا۔ اس کے شاعر سید غلام عباس تھے۔)
پرکالہ آتش	(ایک گم نام، پراسرار شاعر منشی طوطارام شایان کی دس صفحات کی منظوم کتاب)
دیوان وطن	(گمنام شاعر سید شاہ محمد افتخار علی وطن کا کلام جس کو نظام پریس، مدارس نے چھپا)
دیوان ضامن	گمنام شاعر مولوی ضامن علی کے کلام کا مجموعہ)
دیوان عطف	(لطف علی خان لطف کا ۶۸ صفحات کا دیوان، جس میں ۱۰۰ سے زیادہ نعتیں ہیں)
دیوان طالب	(ضلع مظفر نگر کے شاعر نتھا سنگھ کا دیوان جس میں ہندی جس بھی غزلیں ہیں)
مثنوی سعدین	(منشی محمد انوار حسین تسلیم کی لکھی ہوئی یہ مثنوی جو کہ ایک نوجوان سید احمد حسین کان کی داستان عشق ہے)
قصہ کالی گوری	(گم نام شاعر کا دو خواتین کے مابین اپنے رنگوں کے متعلق منظوم قصہ)
راحت علی	(بچپن کی راحت کے متعلق احمد صغیر بلگرامی کی معروف نظم)
دیوان شیریں	(نواب شاہ جہاں بیگم) ریاست بھوپال کی فرماں رواں کا ۱۹۲ صفحوں کا دیوان جو کہ شیریں تخلص کیا کرتی تھیں)
دیوان چندا	(اُردو ادب میں کسی بھی شاعر کا پہلا دیوان جو کہ ستر صفحات پر مشتمل اس قصے کو شاعر منشی احمد علی شیوراج پوری نے اس کو آسان اُردو میں نظم کیا۔ کہ جس میں ایک انسانی کھوپڑی نے حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں میں آکر بول پڑی اور اس نے اپنی داستان حیات سنائی۔)
مجموعہ خیال	اس مجموعہ میں پانچ شاعروں کا کلام جمع کیا گیا ہے، جو کہ گمنام ہیں۔ ان غیر معروف شعراء کا نام یہ ہیں۔ فقیر محمد شفیع، غلام حسین ظریف، عبداللہ خان خنجر، محمد علی میر اور کاشی گریا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دیبی سنگھ بنائیں)

قصہ جانی بیگم (یہ قصہ دکن دور میں لکھا گیا لیکن اس یہ حصے کے مصنف گمنام ہیں)

پہلی نامہ (اس آٹھ صفحوں کی کتاب کو الطاف رسول نے مرتب کیا)

ذکر السعدین (منشی محمد مہدی حسن خان کی تصنیف جس میں حضرت امام حسن رضہ اور حضرت امام حسین کی فضیلت قلم بند کی گئی۔)

دیوانِ فنا (فرنگی شاعر جوزف بنیلی فنا کا دیوان جو کہ فرنگی شاعر جارج بیش شور چھپوایا۔)

پیری نامہ -عبرت نامہ (ناسخ کے شاگرد مرزا محمد رضا معجز کی دو کتابیں، دونوں میں چھ چھ مصرعوں کے بند ہیں)

سخن شعراء (صدی کے تمام چھوٹے بڑے شاعروں کا لاجواب تذکرہ جس کو عبد الغفور نساخ نے لکھا)

رضا علی عابدی کی شہرت کا حوالہ ریڈیو، سفر نامے ہیں، لیکن انہوں نے مختلف جہتوں میں جو کام کیا ہے ،اس سے کم ہی لوگ واقف ہیں۔ نہ صرف قارئین بے خبر ہیں۔ بلکہ ادبی حلقے بھی غافل دکھائی دیتے ہیں۔ جب میں نے کئی ادبی نقادوں سے پوچھا تو عابدی صاحب فکشن پر کیے گئے کام کے حوالے سے ان کو معلومات نہ ہونے کی برابر تھیں۔ عابدی صاحب نے لکھنے کا آغاز ہی فکشن سے کیا۔ ان کی زندگی کے پہلی کتاب ۱۶ سال کی عمر میں بچوں کی کہانیوں کے متعلق ۱۹۵۲ میں چھپی[۱۹] پیشہ وارانہ زندگی کے دوران جب بھی ان کو وقت ملا۔ انہوں نے فکشن تخلیق کیا۔ ان کی لکھی ہوئی کہانیوں کے دو مجموعے بھی شائع ہوئے۔ عابدی صاحب نے فکشن کے شعبے میں افسانہ نگاری کے میدان کو اپنے لیے منتخب کیا۔ ان کے دو افسانوں کے مجموعے شائع ہوئے۔ پہلا مجموعہ " اپنی آواز" کے نام سے ۲۰۰۳ء میں اور دوسرا مجموعہ "جان صاحب" ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ پہلے مجموعے میں ۱۶ افسانہ ہیں۔ دوسرا مجموعہ ۱۵ کہانیوں پر مشتمل ہے۔ ان افسانوں اور کہانیوں میں ویسے ہی روانی ہے۔ جو ان کی تحریروں کا خاصا ہے۔ دل کو چھو لینے والی یہ تحریریں انسانوں کے چہروں اور مزاج کے حصے کہانیاں ہیں۔ عابدی صاحب کے تخلیق کردہ کہانیوں کے کردار زندگی کی باریکیوں کو بیان کرتے ہیں۔ رضا علی عابدی کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ " اپنی آواز" تھا۔ ان کی نثر میں جس مٹھاس کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ اس کا سب سے بہترین استعمال انہوں نے کہانیوں کی تخلیق میں کیا۔ یہ کہانیاں ہمارے پوشیدہ احساسات کو گدگداتی ہیں ہم سے مکالمہ کرتی ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کہانیوں کے اس مجموعے میں ۱۶ کہانیاں ہیں۔ جن کے عنوانات کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

نام چھپانے کا موسم	بہار کا بھید	ونڈ بیلٹی زیرو
اپنی آواز	شاہ صاحب کا کمال	زروں کے ساتھ رقص
کھوٹے دادا	واردات کا آدمی	سیانا
قہر جو اس کی ہوئے	روف اور کتیا کا پلا	
ایک جیبی گھڑی	فقیر آباد	
دل ہی دل میں	تنہائی کے ساتھی	
مشکوک سی رغبت		

کہنے سے کہانی بنتی ہے۔ لیکن عابدی صاحب کی کہانیوں کے ہمہ جہت پہلو ہیں۔ ان کے کردار بیک وقت شوخ اور اداس ہیں۔ یہ کردار اس وقت خاموش رہتے ہیں۔ جب ہمیں ان سے گفتار کی توقع ہوتی ہے۔ اور خاموشی کے لمحات میں بلا دھڑک بولتے ہیں۔ ان کی کہانیوں میں ایک ممتاز چیز شگفتگی اور تازگی کا بھی ہونا ہے۔ جیسے کہ شاہدہ رسول نے بتایا کہ "رضا علی عابدی نے ان سے جو گفتگو کی اگر اس کا نفسیاتی جائزہ لیا جائے تو انہوں نے اپنا بچپن بہت خوشحال گزارا تھا یہی وجہ تھی۔ انہیں ایسی کہانیاں پسند تھیں۔ انہوں نے اداس کہانیوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھا۔[۲۰]

کہانیوں کا دوسرا مجموعہ ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کا نام "جان صاحب" ہے۔ اس نام کی کہانی بھی مجموعے میں شامل ہے۔ اس میں کل ۱۵ کہانیاں ہیں۔ جن کے موضوعات انوکھے اور اچھوتے ہیں ان کہانیوں کے عنوانات کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

ایک قطار کی کہانی	گریڈ ۹ کا پیرا	وہاٹ از یور فادر
میر صاحب پاگل پن	جان صاحب	لین حاضر
میرا بچہ	چوہدری عبد الباری کا آفتہ	
حرامی مداری	خلیل خان کی سوانح	
پیدائشی کوتوال	ٹین کا خالی ڈبہ	

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

دری		
ونس مور		

عابدی صاحب کی کہانیاں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے جتنے بھی سفر نامے لکھے ہیں۔ دراصل وہ کہانیاں تھیں جن کو انہوں نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بیان کیا۔ اس طرح جب ہم کہانیاں پڑھتے ہیں تو احساس اجاگر ہوتا ہے کہ سب سفر نامے ہیں۔ جس کو انہوں نے دلکش انداز میں منظر کشی کرتے ہوئے لکھا۔ رضا علی عابدی نے ۱۹۸۵ء میں بی بی سی کے ایک پروگرام کیلئے سفر کیا۔ اس کا نام جرنیلی سڑک تھا۔ سفر ان کی پشاور سے کلکتہ پندرہ سو میل طویل سڑک جو کہ شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی پر مشتمل ہے۔ اس سفر کو بعد ازاں کتابی شکل دی گئی۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک مسافر بس میں سوار ہیں اور جس طرح بس ایک کے بعد ایک شہر کو عبور کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتی ہے اس طرح یہ کتاب بھی ہمیں ایک شہر سے گزار کر دوسرے شہر لے جاتی ہے، جیسے انہوں نے کتاب کے دیباچے میں لکھا۔

> "یہ کتاب دیکھنے میں سفر نامے ہے۔ مگر یہ سفر نامہ نہیں۔ کبھی کبھی اس پر تاریخ کی داستانوں کا گماں ہوگا۔ یہ تاریخ کی داستان بھی نہیں۔ یہ کتاب حالیہ دہائیوں میں آنے والے غیر معمولی سماجی تغیر کا مشاہدہ ہے"[۲۱]

اس نوع کو ایک اور سفر نامہ جو بذریعہ ریل گاڑی کوئٹہ سے کلکتے کیا گیا ہے وہ بھی کتابی شکل کے بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ عابدی صاحب نے اپنے اس سفر ریل کہانی میں کئی تاریخی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان گمنام لوگوں کا بھی جن کی جدوجہد اور محنت سے برصغیر میں ریلوے نے ترقی کی بعض مقامات پر عابدی صاحب نے اس خوبصورتی سے واقعات اور احساسات کو بیان کیا ہے کہ ان کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی نے ہمارے دل کو چھو لیا ہو۔

آپکے دیگر سفر ناموں میں ایک منفرد سفر نامہ "جہازی بھائی" بھی ہے یہ دیگر سفر ناموں سے بالکل مختلف اور اپنی نوعیت کا منفرد سفر نامہ ہے۔ یہ سفر نامہ اداسی کا ایک ذکر مسلسل ہے۔ ایسی کھتا ہے جس کو پڑھ کر روح کانپ جاتی ہے۔ غلامی کے دور کی یاد آجاتی ہے۔ یہ سفر نامہ گم نام غلاموں اور مظلوم کرداروں کی فریاد ہے۔ جیسے وہ رقمطراز ہیں۔ "ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ ہندوستان والے بھول بھال گئے ان کے بزرگ جہازوں میں بھر

بھر کر کہاں لے جاے گئے لیکن وہاں گنے کے کھیتوں کے بچھواڑے بیٹھے ہوئے وہ لوگ آج بھی سوچ رہے ہیں کہ کبھی موقع ملے تو واپس جائیں"(۲۲) عابدی صاحب کا یہ واحد سفر نامہ ہے۔ جو انہوں نے ذاتی حیثیت میں کیا۔ اور اس کے حوالے سے بی بی سی کا کوئی پروگرام وغیرہ تیار نہیں کیا گیا۔ رضا علی عابدی کے تمام سفر ناموں کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ چاہیے وہ ریڈیو کے پروگرام ہوں یا چھپی ہوئی کتابیں ہوں۔ دونوں انداز میں ان کے سفر نامے مقبول ہوئے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سننے اور پڑھنے والوں میں کتنے ہر دلعزیز ہیں۔ اُردو میں لکھے گئے رضا علی عابدی نے سلیس نثر اور سہل انداز سے اپنے سفر ناموں میں جان ڈال دی۔ ان کے سفر ناموں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں سب کی حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ لغو سے کام نہیں لیتے۔ شاید یہی وجہ ہے ان کے سفر نامے پڑھتے ہوئے قارئین خود کو اس سفر میں شریک محسوس کرتے ہو۔

رضا علی عابدی نے بچوں کیلئے بھی انتہائی سنجیدگی سے لکھا ہے۔ اور انہیں سب سے زیادہ لطف بچوں کیلئے لکھنے میں آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بچپن ہی سے بچوں کے رسالے نونہال میں لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ بچوں کا صفحہ بھی ہوتا تھا۔ مجھے زیادہ غرض اسی ایک صفحے سے تھی۔ کیونکہ اُس میں میری لکھی ہوئی چیزیں شائع ہوتی تھیں(۲۳) عابدی صاحب نے ہمیشہ بچوں کیلئے ادب لکھنے کو ترجیح دی۔ یہی وجہ تھی جو انہوں نے بچوں کیلئے ۱۶ کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بچوں کیلئے جس زمانے میں کتابیں لکھیں۔ یہ عرصہ دو ادوار میں تقسیم ہے۔ ایک تو وہ دور ہے جب انہوں نے پنجاب حکومت کے محکمہ تعلیم کے منصوبے کے کتابیں لکھیں۔ ان کی تعداد ۸ ہے۔

(۱) چوری چوری چپکے چپکے (تدریسی کتاب)	(۴) کمال کے آدمی (کہانیاں)	(۷) گنگناتا قاعدہ
(۲) بندر کی اب پ (تدریسی کتاب)	(۵) قاضی جی کا اچار (کہانیاں)	(۸) دوسری نظمیں
(۳) پہلی گنتی (تدریسی کتاب)	(۶) نٹ کھٹ لڑکا (کہانیاں)	

عابدی صاحب نے بچوں کیلئے لکھے گئے دونوں حصوں میں اپنی شوخ تحریروں سے بچوں کو ان کتابوں کی طرف راغب کیا۔ بچوں کیلئے لکھی گئی کتابوں کا پہلا حصہ چونکہ صوبہ پنجاب کے محکمہ تعلیم کی طرف سے لکھوایا گیا۔ لہٰذا اس میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے درجے کو ذہن میں رکھا گیا۔ اس حصے میں عابدی صاحب نے ۵ کتابیں تدریسی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ضروریات پوری کرنے کیلئے لکھیں۔ جن میں حروف تہجی کے مختلف انداز میں پیش کیے ہیں۔ اس کی مدد سے بچوں کو ابتدائی حروف دلچسپ انداز میں سکھانے کی کوششیں کی گئی۔ یہ بالکل انوکھا انداز تحریر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابیں بچوں میں بے حد مقبول ہیں۔ دیگر ۳ کتابوں میں ۲ کتابیں کہانیوں کی ہیں۔ اور ا کتاب نظموں کی ہے۔ کہانیوں کی کتابوں کے موضوعات نصیحت اور روز مرہ زندگی کے کام کام ہیں۔ جبکہ نظمیں جانوروں، رشتے ناطوں اور فطری مناظر کو بیان کرتی ہیں۔

چونکہ رضا علی عابدی کو بچپن ہی سے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کی فکر تھی۔ جیسے کہ خرم سہیل نے بیان کیا ہے کہ "عابدی صاحب نے اپنے بچپن میں بچوں کا ادب خوب پڑھا اور خود بھی لکھا پھر ہوش سنبھالا اور وقت نے انہیں بڑوں کا ادب لکھنے کا موقع دیا۔ اس کے باوجود انہوں نے نونہالوں کیلئے لکھا کیونکہ اس طرح یہ خود بھی اپنے اندر کے بچے کی تسکین کی سعی کرتے ہیں"[۲۴]

عابدی صاحب کے دوسرے حصے میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا ہے اس میں انہوں نے کل ۸ کتابیں لکھیں۔ جن میں سے کہانیوں کا پہلا مجموعہ اُردو زبان کے معروف ادیب محمد حسین آزاد کا ہے۔ عابدی صاحب نے ان کی کہانیوں کا سہل کر کے نئے زمانے کی زبان میں دوبارہ سے لکھا ہے۔ ان کہانیوں کے اس مجموعے کا نام "الٹا گھوڑا" ہے۔ دوسری کتاب میں منتخب حکایات ہیں۔ یہ حکایات اُردو کے مقبول ادیب "ڈپٹی نذیر احمد" کی ہیں۔ اس کو "ظالم بھڑیا" کے عنوان سے مرتب کیا گیا ہے۔ ان حکایات میں بچوں کیلئے سیکھنے کو بہت کچھ ہے۔ تیسری اور چوتھی کتابوں کے عنوانات "من من" اور "چمپا" ہیں، یہ وہ کہانیاں ہیں جو عصر حاضر کے نوجوانوں نے تخلیق کیا۔ ان کہانیوں کو موضوعات کے اعتبار سے عابدی صاحب نے منتخب کیا اور مرتب بھی کیا۔ پانچویں اور چھٹی کتاب "پہلا تارا" اور "پہلی کرن" کے نام سے شائع ہوئی اور اس میں مختلف ممالک کے بچوں کی کہانیوں کے تراجم کیے گئے ہیں۔ آخری دو کتابیں "میری امی" اور پیاری اماں" کے عنوان سے شائع ہوئی ہیں۔ اور ان کو بچوں نے خود لکھا ہے۔
نان فکشن میں عابدی صاحب نے تاریخ، لسانیات، مذہب اور موسیقی کے موضوعات پر سات کتابیں لکھیں۔ خاص طور پر سفر ناموں نے بہت شہرت پایہ۔ یہاں پر اُن کتابوں کا مختصر اً تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ پہلی کتاب ملکہ وکٹوریہ اور منشی عبدالکریم ہے۔ اس کتاب کا موضوع حرف تاریخ ہی نہیں بلکہ انگریزوں کی برصغیر میں حکومت کے روز

وشب کا احوال بھی درج ہے۔ اس میں کسی قسم کے فکشن کا دخل نہیں۔ ملکہ وکٹوریا اور منشی عبدالکریم تمام کی تمام مستند حوالوں سے سیکھی گئی ہے۔(۲۵)

دوسری کتاب "اُردو کا حال" ہے اس کتاب میں عابدی صاحب نے زبان کے استعمال اور اصلاح کے حوالے سے اورنگزیب عالمگیر، سرسید احمد خان، مولوی عبدالحق اور جوش ملیح آبادی جیسے اکابرین کے حوالے سے زبان کے استعمال کے متعلق بتایا ہے۔ اس میں ۱۴ ابواب ہے۔ اور یہ ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ تیسری کتاب "حضرت علی رضہ کی تقریریں" ہیں۔ یہ حضرت علی رضہ کی تقریروں کا منتخاب ہے۔ جو نہج البلاغہ سے لیا گیا ہے۔ یہ ۲۷ تقاریر ہیں۔ جن کو موضوع کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو عام اور آسان زبان میں لکھا گیا تاکہ ہر کوئی س سے استفادہ کر سکے۔ "کتابیں اپنے آباء کی" یہ کتاب ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ اس پر بی بی سی اُردو سروس سے پروگرام عابدی صاحب نے کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول نثر جبکہ حصہ دوئم شاعری پر شامل ہے۔ عابدی صاحب نے اپنی اس کتاب کو سو کتابوں کی ایک کتاب کہا ہے۔(۲۶) فلمی دنیا کے گیت نگاروں کے تذکرے کے متعلق آپ نے ایک کتاب "نغمہ گر" کے نام سے بھی لکھی ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز پر جب فلمیں بننے کا آغاز ہوا اور فلموں میں موسیقی کے رجحان کو مقبولیت حاصل ہونا شروع ہوئی۔ تو ایسے میں گیت نگاروں کا کیا کردار تھا عابدی صاحب نے اس تفصیل سے قلم بند کیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے تقسیم سے پہلے اور بعد کے ادوار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں عابدی صاحب کی ایک اور کتاب پر "پرانے ٹھگ" ہیں۔ اس کا سنہ اشاعت ۲۰۱۳ء ہے۔ اور اس کے کل ۷ ابواب ہیں۔ انہوں نے انگریزوں کے رہن سہن اور ان کے اچھے بُرے کاموں پر ایک سرسری نظر ڈالی ہے۔ انگریز کے دور میں جو ٹھگی عام تھی اس کو ختم کرنے کیلئے انگریزوں نے جو عملی اقدامات کیے۔ عابدی صاحب نے اس پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ وہ اس کتاب کا نام "پرانے ٹھگ" لکھنے کے جواز میں لکھتے ہیں کہ "اس کتاب کا نام پرانے ٹھگ کیوں رکھا، کیونکہ نئے ٹھگ موجود ہیں۔(۲۷) علاوہ ازیں عابدی صاحب نے جن شخصیات کے خاکے لکھے یا مضامین رقم کیے ان شخصیات میں نامور شاعر، ادیب اور علما شامل ہیں۔ یہ مضامین ان شخصیات کی زندگی کے بہت دل چسپ پہلوؤں پر سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ان میں ممتاز مفتی احمد فراز، محمد طفیل اور غالب شامل ہیں۔ ان خاکوں کو پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ عابدی صاحب صرف مقامات ہی کو تفصیل سے بیان میں کرتے بلکہ شخصیات کو گہرے مشاہدے سے جانچتے ہیں۔

عابدی صاحب نے نومبر ۲۰۱۲ء سے "روزنامہ جنگ" کے لیے کالم بھی لکھنا شروع کیے۔ اس کالموں کے سلسلے میں انکے موضوعات کو ہمہ گیریت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے کالموں میں ادب، معاشرت، ریاست، مذہبیت وغیرہ کو سمویا ہے۔

رضا علی عابدی کی فکشن اور نان فکشن تحریریں پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگر انسان کا ذہین متحرک ہو اور شخصیت میں توازن ہو اور وہ دنیا کو دیکھنے کے فن سے آشنا ہو تو پھر ایسی ہی نثر تخلیق ہوئی ہے۔ جس سے عابدی صاحب نے ہمیں متعارف کروایا ہے۔

یہ تحریریں اپنے اندر ایک سوزوگداز رکھتی ہیں۔ اور ان کے لکھے ہوئے کردار ہماری زندگیوں سے قریب ہے فکشن، نان فکشن موضوعات، سفر نامے، کتابوں کا احوال اور شخصیات کی خاکہ نگاری بھی ہمازی ذہن کے دریچے واکرتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں قاری کو نژی اور تخلیق طلسم میں گم کر دیتی ہیں۔

حوالہ جات

۱) مجھے سب یاد ہے، رضا علی عابدی، ص37، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۲) ایضاً
۳) ریل کہانی، رضا علی عابدی، ص213، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۴) مجھے سب یاد ہے، رضا علی عابدی، ص43، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۵) قلم سے آواز تک، خرم سہیل، ص28، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۶) ایضاً، ....ص24، ....
۷) مجھے سب یاد ہے، رضا علی عابدی، ص27، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۸) اخبار کی راتیں، رضا علی عابدی، ص28، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۹) ایضاً.......................................ص27، ....
۱۰) اخبار کی راتیں، رضا علی عابدی، ص30، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور
۱۱) ایضاً
۱۲) ایضاً.......................................ص126..................................

۱۳) ایضاً.................................ص147،.................................

۱۴) ریڈیو کے دن، رضا علی عابدی، ص16، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۱۵) ایضاً.................................ص27،.................................

۱۶) ایضاً.................................ص28 ....

۱۷) کتابیں اپنے آباد کی، رضا علی عابدی، ص 11، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۱۸) ایضاً.................................ص12 ....

۱۹) اخبار کی راتیں، رضا علی عابدی، ص22، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۰) قلم سے آواز تک، رضا علی عابدی، ص318، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۱) جرنیلی سڑک، رضا علی عابدی، ص9، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۲) جہازی بھائی، رضا علی عابدی، ص8، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۳) اخبار کی راتیں، رضا علی عابدی، ص18، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۴) قلم سے آواز تک، خرم سیل، ص239، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۵) تحقیق کا معاملہ، ملکہ وکٹوریہ اور منشی عبد الکریم، رضا علی عابدی ص8، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۶) کتابیں اپنے آباء کی، رضا علی عابدی، ص5، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور

۲۷) قلم سے آواز تک، رضا علی عابدی، ص261، سنگ میل پبلیکشرز، لاہور